سیّد ظفر الحسن مرحوم

وجود خارجی

(مضمون "وجود خارجی" کی گزشتہ قسط کا یہ فٹ نوٹ طوالت کی وجہ سے علیحدہ شائع کیا جا رہا ہے۔ قارئین کرام اس نوٹ کو مضمون کی پچھلی قسط سے مربوط کر کے مطالعہ کریں)

ڈیکارٹ امام ہے نظریۂ تصویری کا (دیکھو باب دوئم) لاک کا بھی یہی مذہب ہے گو اس کا یہ عقیدہ کہ محسوسات یا معلومات کے اضافات اور روابطِ باہمی کا وجود محض ذہنی ہے اس کو نظریۂ تخلیق سے قریب تر کر دیتا ہے مگر نظریۂ تخلیق کو فروغ کانٹ سے ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ کانٹ سے پہلے علمیات یعنی نظریۂ علم چند مسائل پہ مشتمل تھا جنھیں فلاسفہ بے چون و چرا تسلیم کرتے چلے آتے تھے۔ چنانچہ قائلینِ عقلیت اور قائلین شہودت یا تجربیت دونوں کا یہ عقیدہ تھا کہ :-

(۱) اشیاء کا وجود خارجی اور مستقل ہے۔

(۲) علم انہی اشیاء کی تصویر یا انعکاس یا نقل کو کہتے ہیں جو ہمارے ذہن میں واقع ہوتی ہے۔

مگر اس طرح علم ناممکن الوجود ہو جاتا ہے کیونکہ نقل کا اصل سے مقابلہ کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں باقی رہتی لہٰذا کانٹ نے مذکورہ بالا مسلّمات سے انکار کیا اور کہا کہ حقیقتِ علم کی تحقیق و تفتیش، معلوم سے نہیں کرنی چاہیئے، جیسا کہ اُس وقت تک ہوتا آیا تھا اور جس کا نتیجہ نظریۂ تصویری کی صورت میں ظہور پذیر ہوا تھا، بلکہ عالم یا ذہن سے شروع کرنی چاہیئے، نیز یہ تجویز کر لینا چاہیئے کہ معلومات ذہن کے نافذ کردہ قوانین کے پابند ہیں نہ یہ کہ ذہن اُن قوانین کا چربہ اُتارتا ہے جو معلومات میں پائے جاتے ہیں، پھر دیکھنا چاہیئے کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اس مفروضہ کے مطابق ذہن اپنے قوانین احضارات یا محسوسات پہ نافذ کرتا ہے اور ان کو اپنے سانچے میں ڈھالتا ہے یعنی اُنہیں مکانی اور زمانی، علت و معلول اور جوہر و عرض وغیرہ بنا دیتا ہے۔ بہ الفاظِ دیگر اُن کی اشیاء بنا لیتا ہے اور اس طرح اشیاء کی تخلیق کرتا ہے پس اشیاء کوئی چیز

ذہن سے ماورا یا پس پردہ نہیں بلکہ ذہن کے مشہود اور بے واسطہ سامنے ہیں۔ ذہن کے قوانین اشیاء پر بالیقین نافذ ہیں کیونکہ ذہن نے ان کو اشیاء کے اندر داخل کر دیا ہے اور احضارات کو اُن کے تحت لا کر اشیاء بنایا ہے۔ لہٰذا ان قوانین کی صداقت یعنی عالم خارجی میں اُن کی واقفیت پر کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور جو شبہ ہیوم نے پیدا کیا تھا رفع ہو جاتا ہے۔ نتیجہ کلام یہ ہے کہ علم اب تصویر نہیں رہا بلکہ علم سے مراد ذہن کی شئے آفرینی ہو گی۔ کہا جاتا ہے کہ اس نظریۂ علم سے کانٹ نے کوپرنیکس کی طرح اساسی انقلاب پیدا کر دیا یعنی فلسفہ کا نقطۂ نظر ہی بدل دیا۔

کانٹ کے فلسفہ کا عام طور پر یہی مفہوم سمجھا گیا ہے۔ نظریۂ تصویری کے مقابلہ میں اُس کی خوبی یہ ہے کہ وہ ایسے مدرک یعنی شئے کو فلم زن کر دیتا ہے جس کا وجود ذہن یعنی مشاہدہ سے ... ہو یعنی مُدرِک اور مُدرَک کے درمیان سے حجاب ... واسطہ اُٹھا دیتا ہے۔ شعورِ عامہ کا تو ہمیشہ سے یہی عقیدہ رہا ہے کہ اشیاء مشہود ہیں اور ادراکِ اشیاء مستقیم ہے۔ پس کانٹ کے نظریہ سے اس باب میں تو کچھ اضافہ نہیں ہوا اب یہ سوال لیجئے کہ آیا کانٹ کا نظریہ واقعی طور پر اس کی توجیہہ کر سکتا ہے یا نہیں کہ علت و معلول جوہر و عرض وغیرہ عالم پر واقعی مسلط ہیں، کیونکہ یہ نظریہ بالخصوص اسی غرض کے لئے وضع کیا گیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان اصولوں کی صداقت کا جو یقین خدا کو ہو اس کی توجیہہ تو کانٹ کے مفروضہ سے ہو جاتی ہے، اس لئے کہ خدا نے اشیاء کو انہی اصولوں کے مطابق خلق کیا، مگر جو عقیدہ میرا ہے اس کی توجیہہ نہیں ہوتی اس لئے کہ مجھے علم نہیں ہے کہ میں نے اپنے مُدرکات کو ان اصولوں کے مطابق پیدا کیا ہے، بلکہ (میرا عقیدہ کچھ ہو) مجھے علم تو یہ بھی نہیں کہ یہ اصول عالم میں بالضرور نافذ ہی ہیں۔ مجھے تو ان امور کا صرف عقیدہ ہے اور جس طرح مذکورہ بالا مفروضات (یا نظریۂ تخلیق کے وضع ہونے) سے قبل میں ان باتوں کا عقیدہ رکھتا تھا اسی طرح اب بھی صرف عقیدہ ہی رکھتا ہوں۔ پس ان اصولوں کی صداقت کا جو عقیدہ میں رکھتا ہوں وہ ہر حالت میں عقیدہ ہی ہے۔ وثوق یا علم کا مرتبہ اس کو حاصل نہیں ہوا، حالانکہ نظریۂ تخلیق کا مقصد اس عقیدہ کو وثوق یا علم میں مبدل کر دینا تھا۔ علاوہ ازیں نظریۂ تخلیق کے باوجود بھی میرے اس عقیدہ میں شک کی گنجائش موجود ہے، اس لئے کہ خود نظریۂ تخلیق کی صحت شبہ سے خالی نہیں ہے۔ اس نظریہ نے تو صرف یہ کیا ہے کہ علمیات سے نکال کر مجھے وجودیات کے ایک معرکۂ عظیم میں مبتلا کر دیا اس کی رو سے عالم میری مخلوق ہے اور میں عین خالق ہوں۔ یہ ایسے خیالات ہیں جو کانٹ سے پہلے

جتنے نظریے بھی مابعد الطبیعات یا وجودیات کے تجویز کئے تھے ان سب کو مات کرتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ اس نظریہ سے علم کی توضیح یا توجیہہ بھی بالکل نہیں ہوتی، یہ تو تخلیقِ اشیاء یا تخلیقِ مدرکات کا نظریہ ہے نفس علم یا ادراک کا نظریہ نہیں ہے۔ نظریۂ تصویری کی طرح یہ بھی علم کو علت و معلول کی ایک صورت قرار دیتا ہے اور یہ نہیں بتاتا کہ علم کیونکر صورت پذیر ہوا بلکہ یہ بتاتا ہے کہ معلوم کی تخلیق کیونکر ہوئی۔ اس کا سبب ظاہر ہے، یعنی علم تو اپنی نوعیت کی ایک اکیلی شے ہے، اس کی توجیہہ وتشریح نہیں ہوسکتی۔ جہاں تک عالم یا حقیقت کا تعلق ہے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا جاسکتا کہ عالم ہمارے قوائے حسیہ وعقلیہ کے لاینفک اور ناگزیر قوانین کا تابع کیوں ہے (یہی سوال ہے جس سے کانٹ کا فلسفہ پیدا ہوتا ہے) اور اس امر کی کوئی توجیہہ نہیں کی جاسکتی کہ حقیقت کی نوعیت اس طرح کی کیوں واقع ہوئی کہ ہم اس کو معلوم کرسکیں۔ یہ مسائل لاینحل ہیں۔ البتہ اگر بجائے ان مسائل میں اُلجھنے کے ہم شعور عامۂ انسانی کی شہادت کے مطابق ایک اور پہلو اختیار کریں تو اصول اوّلیہ (علت ومعلول، جوہر وعرض وغیرہ) کی صداقت ثابت کی جاسکتی ہے اور ہیوم کا جواب دیا جاسکتا ہے۔ اور وہ پہلو یہ ہے کہ زمان، مکان اور مقولات ہمارے قوائے علمیہ کی فطرت ہیں۔ جو شے ان اصولوں کے تحت نہیں آتی اور ان کی تبعیت نہیں کرتی وہ ہماری معروض بن ہی نہیں سکتی اور ہم کو اس کا علم ہو ہی نہیں سکتا پس یہ لازمی ہے کہ ہر وہ شے جس کا علم ہم حاصل کرسکتے ہیں ان اصولوں کی تبعیت کرے اور اس سے لازم ہوتا ہے کہ یہ قوانین ہمارے معروضات پر بالیقین نافذ ہوں کیونکہ معروضات ان کی تبعیت نہ کریں تو وہ ہمارے دائرہ علم میں داخل ہی نہیں ہوسکتے یا یوں کہیے کہ وہ ہماری معروض ہی نہ ہوں گے۔ اس پہلو سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اشیاء کے ہمارا معروض یا ہمارے عالم کا جزو بننے کے لئے جو خصوصیات لابدی ہیں وہ خود ہمارے ہی ذہن کی تجویز کردہ ہیں اور یہی مذکورہ بالا قوانین کی صداقت کا ثبوت ہے لیکن واضح ہو کہ اس نظریہ سے یہ مسئلہ نہیں حل ہوتا کہ عالم، زمان ومکان اور مقولات کے تحت کیوں ہے۔ یہ ناگتی ایک واقعہ ہے، اس کی توجیہہ ممکن نہیں، اور اسے محض ایک واقعہ کی حیثیت سے بے چوں وچرا مان لینا لابدی ہے۔

مذکورہ بالا نظریہ سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ ہمارے علم میں آنے یعنی ہمارا معروض بننے کے لئے لازم ہے کہ عالم زمان ومکان اور مقولات کے تحت جو حقیقت

یہ ہے کہ کانٹ کا منشا بھی یہی تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ہمیں علم سے ابتدا کرنی چاہئے نہ کہ معلوم سے، زمان، مکان اور مقولات قوائے علمیہ کی فطرت ہیں۔ کسی شئے کا علم ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ ان قوانینِ اوّلیہ کی تبعیت نہ کرے۔ پس ہمارے قوائے علمیہ کے مطالبات کو پورا کرنا معروض کے لئے ناگزیر ہے۔

رہا یہ کہ وہ ان مطالبات کو کیوں پورا کرتا ہے اور اس کی فطرت ہمارے قوائے علمیہ کے مطابق کیوں واقع ہوئی ہے، تو اس کا علم ہمیں نہیں، یہ ایک رازِ سربستہ ہے اور اگر اس کا انکشاف ممکن بھی ہو تو یہ کام نظریۂ علم کے دائرہ سے خارج ہے پس اس سے ظاہر ہے کہ کانٹ نے علم کی تشریح کی کوشش نہیں کی بلکہ اُس کی کوشش یہ تھی کہ وہ ہیوم کے جواب میں قوائے علمیہ کے اساسی قوانین کی صداقت ثابت کرے۔

نظریۂ تخلیق کے ذکر میں، جو کانٹ سے منسوب کیا جاتا ہے، یہ پوچھنا چاہئے کہ آیا کانٹ کے سامنے یہ مسئلہ تھا یا نہیں کہ اشیاء کا وجود کیونکر ممکن ہے۔ فی الحقیقت اُس کے سامنے یہ مسئلہ تھا کہ علم (یعنی اُس کے قوانینِ اساسی کی صداقت کا وثوق جو ثوق اتجربہ ہیں اور تصدیقات ترکیبی میں ظاہر ہوتے ہیں) کیوں کر ممکن ہے کانٹ کو قابلِ ادراک اشیاء سے بحث نہیں ہے بلکہ اُن کے علمی ادراک سے بحث ہے۔ وہ فلسفۂ وجودیات یا مابعد الطبیعات نہیں لکھ رہا۔ وہ تو مابعد الطبعیہ یا وجودیات کے امکان ہی کا قائل نہیں اور نہایت شرح و بسط کے ساتھ اس کی قطعی تردید کرتا ہے اور اُسے اپنا خاص کارنامہ سمجھتا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ بعد کے فلاسفہ نے، جو بالخصوص فلسفۂ وجود یا مابعد الطبعیات میں منہمک تھے اور مذہبی اغراض و مقاصد کے حصول میں وجودیات سے مدد لینا چاہتے تھے۔ نظریہ تخلیق کی صورت میں وجودیات کا ایک مسئلہ کانٹ کے سر منڈھ دیا۔ واضح رہے کہ کانٹ کی زندگی ہی میں یہ واقعہ پیش آگیا تھا لیکن کانٹ نے اُن کے وجودیات سے علی الاعلان انکار کیا۔